کاتبہ میر محمد اسحاق صاحب طرحیت
دار الانوار - قادیان
Qadhi

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایڈیٹر ظامیر قاسم علی احمدی

فاروق

قادیان

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۷، ۱۴، ۲۱، ۲۸

جلد ۲۱ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۸ رجب ۱۳۵۵ھ مطابق ۷ اکتوبر ۱۹۳۶ء | نمبر ۲۵

بخدمت شریف
سرپرستان۔ محاونین۔ عام۔ طلباء شفاخانہ
مقام ۔ ۔ ۔
ضلع ۔ ۔ ۔
افریا ۔ ۔ ۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فاروق

جلد ۲۱ ::: قادیان دارالامان مورخہ ۷ اکتوبر ۱۹۳۶ء ::: نمبر ۲۵

پیغامی مشن

چیلنج مناظرہ کے متعلق

اہل پیغام کی ابلہ فریبانہ منظوری!

ہماری طرف سے بغرض تحقیق حق ایک چیلنج مناظرہ اہل پیغام کو دیا جا چکا ہے۔ اس کا جو جواب اہل پیغام کی طرف سے پیغام صلح میں شائع کیا گیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ

"اس پر دونوں فریق کے امیر باہم بحث کرلیں اور یہ دیکھنے کے لئے کہ اس بحث میں کس فریق کے دلائل زیادہ وزنی ہیں۔ تجویز یہ ہے۔ کہ بارہ آدمی بطور ثالث منتخب کر لئے جائیں۔ چار چار دو جماعتوں میں سے جنہیں ایک دوسرا فریق منتخب کرے۔ اور چار غیر از جماعت لوگوں میں سے۔ جن میں سے دو ایک فریق اور دو دوسرا فریق منتخب کرے۔"

آگے جاکر لکھتے ہیں۔ کہ

"حضرت مولانا محمد علی صاحب ہر وقت اس کے لئے طیار ہیں۔ چونکہ اس وقت بانی اختلاف ..... یعنی حضرت مولانا صاحب اور خلیفہ صاحب خود زندہ موجود ہیں۔ اور ہر دو ان مسائل پر بہت کچھ لکھ چکے ہیں۔ اس لئے وہی باہمی مباحثہ کرکے اس اختلاف کو مٹا سکتے ہیں۔"

(پیغام ۱۹ ستمبر ۱۹۳۶ء)

اس کا جو جواب ناظر صاحب دعوت و تبلیغ سے دیا جاوے گا۔ اس سے قطع نظر کرتے ہوئے میں اپنے طور پر اپنے اہل پیغام مہربانوں سے استفسار کرتا ہوں۔ کہ آیا آپ نے قبلہ امیر المومنین مولانا محمد علی صاحب سے یہ دریافت بھی فرمایا ہے کہ وہ خلیفہ صاحب کے مقابلہ میں کھڑے ہو کر گفتگو تقریر یا مناظرہ کرنے کی صلیب اٹھانے کو طیار بھی ہیں یا نہ؟ کیونکہ ان کا سابقہ تلخ تجربہ اور ہمارا عینی اور سمعی مشاہدہ تو بالکل اس کے برعکس فتویٰ دے رہا ہے۔ اس موقعہ پر میری آنکھوں کے سامنے بائیس سال قبل یعنی ۱۰ مارچ تا ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء کی ان تقاریر کا نقشہ آگیا۔ جو قبلہ امیر القوم اور خلیفہ صاحب نے باری باری مسجد نور کے ہال میں کھڑے ہو کر فرمائیں۔ ایک طرف قوم اور احمدیت کی سچی خیر خواہ اور سلسلہ کے لئے جان و مال سے قربان گاہ پر چڑھنے والی بزرگ ہستی اپنے مافی الضمیر کو اشارات و کنایات میں رو رو کر بیان کر رہی تھی۔ اور بار بار اپنی ذمہ وار ہستی کی اہمیت۔ نزاکت اور وجاہت کے واسطے دے دے کر قوم کو مستقبل کی تباہی سے نہ صرف متنبہ ہی کر رہی تھی۔ بلکہ بصورت حکم عدولی دھمکیاں دے رہی تھی۔ کہ اگر تم نے اے قوم میرے فرمودہ پر عمل نہ کیا۔ تو جماعت کا ایک بہت بڑا حصہ الگ ہو جائے گا۔ اور سلسلہ احمدیہ تباہ و برباد ہو جائیگا۔

دوسری طرف ایک کمزور وجود اور (بقول اہل پیغام ایک ناتجربہ کار لڑکا) اپنے عجز۔ بے بسی اور بے کسی کو پیش کر کے ہمہ تن خدائے واحد کی طرف متوجہ کرنے کی تلقین کر رہا تھا۔ وہ نظارہ دیکھنے والے جو اب بھی سینکڑوں کی تعداد میں دونو طرف موجود ہیں۔ خدا کو حاضر و ناظر سمجھکر گواہی دے سکتے ہیں۔ کہ ان دونوں ہستیوں میں سے کس کی آواز پر سامعین زار و قطار روتے تھے۔ اور کونسی ہستی باوجود خود رو رو کر اور چہرہ کو وحشت و دہشت زدہ بنا کر تقریر کرنے کے سامعین کو اپنی طرف متوجہ کرنے سے عاجز و قاصر رہی۔ یہ کوئی زبانی جمع خرچ نہیں لاہور کے جو دو ایک "پاک ممبر" باقی رہ گئے ہیں۔ وہی اپنے سینہ پر ہاتھ رکھ کر شہادت صادقہ دے سکتے ہیں۔ کہ لاریب اور یقیناً قبلہ امیر قوم صاحب کی ذات ستودہ صفات گستاخی معاف خلیفہ صاحب کے مقابلہ میں کھڑے ہونے والے میدان کی پہلوان نہیں۔ البتہ پیغام بلڈنگ کی گلیوں میں ضرور انہیں خواہ شیر قالین کہہ لیجئے یا شیر نیستان ہیں۔ پس ؎

جو خود ہی مر رہا ہو اسکو گر مارا تو کیا مارا

اور بائیس سال پیشتر تو خلیفہ صاحب ایک ناتجربہ کار لڑکے تھے لیکن قبلہ محمد علی صاحب ایک تجربہ کار منشی اور قوم پر پورے تسلط یافتہ تھے اور اب تو معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ وہ تجربہ کار لڑکا سن نبوت والے عشرہ میں ہے۔ اور قبلہ محمد علی صاحب کو میدان مناظرہ میں گھسیٹنے کی کوشش کرنا ایک طرح کی قادیانیت اور امیر قوم سے غداری ہے۔ بہتر ہوگا۔ کہ ڈھکی رہنے دیں۔ کم از کم مجھے تو جسے پرانا دھرانا نیاز مند ہونے کا فخر و شرف

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حاصل ہے۔ ہرگز پسند نہیں۔ کہ قبلہ موصوف کی مستورہ و مخفی قابلیت اور علمیت کی ہانڈی چوراہے میں توڑے

ہاں! جبکہ اہل پیغام کو خود یہ بھی اقرار ہے کہ ہر دو بانیان اختلاف ان مسائل پر بہت کچھ لکھ چکے ہیں۔ تو پھر میں حیران ہوں۔ کہ ابھی کونسی بھوک اور پیاس ایسی باقی رہ گئی ہے۔ جو اہل پیغام کے دل و دماغ میں تلملاہٹ اور کھجلاہٹ پیدا کر رہی ہیں۔ کہتے ہیں کہ ؎

مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید

ابتدائے اختلاف میں قبلہ محمد علی صاحب نے مسجد نور میں کھڑے ہو کر نہایت دکھ اور درد سے اظہار فرمایا تھا۔ کہ اگر میرے کہنے پر عمل نہ کرو گے۔ تو سلسلہ احمدیہ کی ترقی رک جائے گی۔ مزید یہ کہ اگلے بھی کافی تعداد میں نکل جائیں گے۔ گویا بالفاظ دیگر یہ خدا کا قائم کردہ سلسلہ جس کے پھولنے اور پھلنے کا وعدہ اگلے اور پچھلے نوشتوں میں سینکڑوں مرتبہ دیا جا چکا ہے تباہ و برباد ہو جائیگا۔ واقعی یہ دردمندانہ اور آہ و زاری سے بھری ہوئی صدائیں ضرور قابل غور تھیں۔ مگر قبلہ مقرر موصوف کی بدقسمتی سمجھئے کہ سامعین نے اس سلسلہ کو خدا کا قائم کردہ سلسلہ سمجھکر اپنے دل میں یہ ایمان قائم رکھا۔ کہ خدا کے وعدے اٹل ہیں۔ وہ پورے ہو کر رہیں گے۔

اس کے بعد نقشہ بدل جاتا ہے۔ حقیقی ذمہ دار تو نو دو گیارہ ہو جاتے ہیں۔ غیر ذمہ دار ناتجربہ کار کے ہاتھ میں خدا کے قائم کردہ سلسلہ کی باگ ڈور آجاتی ہے۔ اس غیر ذمہ دار ناتجربہ کار کے ہاتھوں سے غلط عقائد کی ترویج اور تلقین اور غیر ذمہ دارانہ طریقہ تبلیغ سے تو سلسلہ احمدیہ تباہ برباد اور نیست و نابود ہونے کی بجائے نہ صرف ہندوستان میں پھیلا۔ بلکہ چار دانگ عالم میں بجلی کی طرح پھیل کر صحیح معنوں میں

"تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہونچاؤں گا"

کے الہام کا مصدق و مصداق بنتا جا رہا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ قبلہ محمد علی صاحب کے ہمنواؤں نے بھی مختلف ممالک میں تبلیغ اسلام کی خاطر خواہ دوکانداری چلائی۔ اسی طرح جس طرح پہلے کئی ایک نومسلم وقتاً فوقتاً چلا چکے ہیں۔ لیکن اگر مجھے حق گوئی میں معذور سمجھا جاوے۔ تو میں عرض کروں گا۔ کہ حقیقی رنگ میں اور صحیح طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک تبلیغ اسلام وہی ہے جس میں اسلام کی صداقت اور زندہ مذہب ہونے کی تصدیق میں حضور علیہ السلام کی ذات مبارک کو بطور زندہ نشان کے پیش کیا جاوے۔ کیونکہ قبلہ محمد علی صاحب مدظلہ کو خوب یاد ہوگا۔ کہ ایک موقعہ پر حضرت اقدس علیہ السلام نے انہی "پاک ممبروں" کو مخاطب کر کے فرمایا تھا۔ کہ "میری ذات کو چھوڑ کر تم بلاد غربیہ میں کیا اسلام پیش کرو گے"۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ کے الہام میں بھی یہی آیا ہے۔ کہ "تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پھیلاؤں گا"۔

"تیری تبلیغ" کا جملہ قابل غور ہے کہ اس وقت زندہ مذہب وہی اسلام ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ و دلائل بیان کر کے پیش کیا جاوے۔ اس کے سوا پھر وہی مردہ مذہب ہے۔ جو حضرت کی تشریف آوری سے پیشتر غیر احمدیوں کے ہاتھوں میں تھا۔ یا اب ہے۔ پس اس الہام اور حضور علیہ السلام کے متذکرۃ الصدر تنبیہی کلام کے ماتحت جب ہم خالی الذہن اور مخلی بالطبع ہو کر غور کرتے ہیں۔ تو ہمیں یہی معلوم ہوتا ہے کہ "تیری تبلیغ" کو (جو حقیقی اسلام ہے) دنیا کے کناروں تک پہنچانے والا صرف وہی ناتجربہ کار اور غلط عقائد پھیلانے والا اور سلسلہ کو تباہ و برباد کرنے والا وجود ہے۔ جسے لاہوری معماروں نے رد کیا۔ مگر وہی کونے کا پتھر ثابت ہوا" پس ؎

ابن مریم ہوا کرے کوئی: میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

ہمیں تو آیت استخلاف و لیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم کے ماتحت سلسلہ کی تمکنت عظمت۔ ہیبت اور چار دانگ عالم میں اشاعت چاہیئے۔ سو یہ مقصد عظیم بدرجۂ اولیٰ اور بغایت اتم جس وجود کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ پورا کر رہا ہے لاریب وہ وجود یعنی حضرت محمود ایدہ اللہ الودود ہی۔

اب اس کے بالمقابل قبلہ محمد علی صاحب اینڈ "پاک ممبران" لاہور کی تبلیغی مساعی جمیلہ کی پڑتال کیجاوے تو ان کو "تیری تبلیغ" سے جو حالانکہ عین اسلام ہے سم قاتل قرار دے کر ایسا پاک و صاف رکھا گیا ہے۔ کہ کہیں بھولے سے بطور حوالہ کے بھی مسیح موعود کے نام کو لانا گناہ کبیرہ قرار دیا گیا ہے۔ اور خواہ مجھے لوگ در پردہ پیغامی ہی کیوں نہ سمجھ لیں۔ مگر میں کہونگا۔ کہ ایک حد تک اہل پیغام معذور بھی ہیں۔ کیونکہ حضرت اقدس کا نام یا ذکر ان کی تبلیغی سرگرمیوں اور تصانیف میں اس لئے بھی سم قاتل ہے۔ کہ جو سنہری رو پہلی مقبولیت عامہ اس وقت اہل پیغام کی تبلیغی سرگرمیوں اور تصانیف اور خصوصاً ہولی قرآن کو حاصل ہے۔ وہ اس وقت کہاں نصیب ہو سکتی۔ کیونکہ ان کا مقصد عظیم ؎ زرمے طلبم سخن در نیست

والا فوت ہو جاتا۔ اس لئے اس لحاظ سے تو میں ان "پاک ممبروں" کی عقل و دانش اور دور اندیشی کی داد دیئے بغیر بھی نہیں رہ سکتا۔ کہ خدانخواستہ ان کی جگہ اگر میں ہوتا۔ تو میں بھی نصیب دشمنان یہی کرتا۔ اور اس کے سوا اور کوئی چارہ ہی نہیں۔ کیونکہ مسیح موعود کا نام لیتے ہی تو مخالفوں کے تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے۔ کچھ دینا تو بجائے خود رہا الٹا جو ہمارے پاس موجود ہے وہ بھی وہ لوٹنے کھسوٹنے لگ جاتے ہیں۔ اور خواہ مخواہ جان و مال اور عزت و آبرو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خطرہ میں پڑ جاتی ہے۔ کسی کو کیا مصیبت پڑی کہ بیٹھے بٹھائے ایک مصیبت عظمےٰ کا پہاڑ اپنے سر پر گرا لے۔ پس جس حکمت عملی کے ماتحت روٹی ملتی جائے اس کو ترک کرنا کیا کوئی عقلمندی ہے۔ بارہ پندرہ سال کا طویل عرصہ قادیان میں رہ کر کافی مسیح موعودؑ کا نام لے چکے ہیں۔ ضرورت سے بھی زیادہ حضرت صاحب کی نبوت کو دنیا میں انگریزی و اردو میں پیش کر چکے ہیں۔ اس کا نتیجہ سوائے فقر و فاقہ اور کچی کوٹھی بغرض رہائش اور ہر طرف سے کفر کے فتوؤں کی بھرمار کے اور کیا وصول ہوا۔ اب تو قادیانیت سے نکل کر پہاڑوں پر سر بفلک کوٹھیاں لاکھوں کی جائداد قادیان کے مال مسروقہ کے طفیل میسر آگئی ہے اور کتب فروشی کے لئے اخبار اور خطبہ میسر آگیا ہے

اب تو آرام سے گذرتی ہے
عاقبت کی خبر خدا جانے

پس خلاصہ کلام اس مختصر سے جملہ معترضہ کا یہ ہے کہ جب تمہارے "حضرت امیر ایدہ اللہ" کی عنفوان شباب میں زور دلائل اور قوت بیان کا یہ عالم تھا۔ تو اب تو حالت دگرگوں ہے انہیں میری طرح اور نے کتب فروشی میں لگا رہنے دیجئے۔

گذشتہ سال غیر احمدی اخباروں "احسان" وغیرہ نے بھی اہل پیغام کی طرح ایک دیوان عالی تجویز فرمایا تھا۔ جس کے حضور احمدی جماعت کے اسلام و کفر کا مسئلہ پیش ہو کر حتمی فیصلہ ہونا تھا اسی قسم کا دیوان عالی ان حضرات اہل پیغام نے بھی بارہ آدمیوں کا تجویز کیا ہے۔ جو اپنی شان میں لاثانی ہے۔ اور جس کے فیصلہ کے بعد بخیال اہل پیغام قیامت تک کے لئے مختلف فیہ مسائل کا فیصلہ ہو جائے گا۔ مگر اہل پیغام نے اس امر کی تصریح نہیں فرمائی۔ کہ اگر خدانخواستہ اس بارہ آدمیوں کے مرکب "دیوان عالی" نے فیصلہ اہل پیغام کے خلاف دیا۔ تو کیا وہ اس فیصلہ کو تسلیم کر کے خلیفہ برحق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی غلامی کا جوا اگر دن میں لینے کیلئے طیار ہیں۔ کیونکہ اگر یہ نہیں۔ تو پھر یہ بارہ آدمیوں کا انتخاب بازیچہ اطفال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ اور اگر پھر بھی پبلک نے اپنے غور و فکر سے اور اپنی ضمیر سے پوچھ کر عقائد ایمانیہ کا فیصلہ کرنا ہے۔ تو پھر اتنے بڑے جمگھٹے کا منانا اور اہل پیغام کو غیر احمدیوں کی خدمت میں جا جا کر بغرض فیصلہ خوشامدیں کرنا یا احمدیوں کی خدمت میں آ کر اپنے حسب منشاء منصف مزاج لوگوں کا چناؤ کرنے کی زحمت گوارا کرنا اور سب سے بڑھ کر "قبلہ امیر المومنین مدظلہ" کو محمود بت شکن کے مقابلہ میں مناظرہ کے گھاٹ اتارنا بالکل سفیہانہ اور کم عقلانہ فعل متصور ہوگا۔

اور اگر بفرض محال اس مناظرہ کا ڈرامہ ضرور رچانا ہی ہے۔ تو پھر میں بھی اپنی طرف سے دخل در معقولات دیتا ہوا ایک تجویز پیش کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ دونوں جماعتوں میں سے چار چار منصفوں کے انتخاب کے حلقہ کے لئے کوئی نہ کوئی حد بند ضرور مقرر کی جائے۔ جو عین انصاف پر مبنی ہوگا۔ وہ اس طرح کہ لاہوری پاک ممبروں کو اقرار ہے۔ کہ قادیانی جماعت ان سے بلحاظ تعداد کے بہت زیادہ ہے۔ اس لئے چناؤ میں انصاف تبھی قائم رہ سکتا ہے۔ کہ حلقہ انتخاب مساوی ہو۔ میری رائے میں ہر دو فریق کی طرف سے کم از کم تین تین ہزار آدمیوں کی اسم وار مع مکمل پتہ جات فہرست طیار کر کے ایک دوسرے کو دی جاوے ان میں سے پھر چار آدمی ہر دو فریق انتخاب کر لیں۔ اگرچہ یہ ہے بالکل مضحکہ خیز امر۔ کیونکہ دنیا میں عام عقلمندانہ طریق اور اصول تو یہ چلا آتا ہے کہ ہر ایک فریق اپنے اپنے آدمیوں کو منصف تجویز کر کے پیش کیا کرتا ہے۔ مگر ہمارے لاہوری پاک ممبروں کی انوکھی اور نئی منطق کے مطابق اگر نہ چلا جائے۔ تو پھر یقینی امر ہے۔ کہ لاہوریوں کے خیال میں قادیانی لاہوریوں سے ڈر گئے اور مات کھا گئے۔ بہر حال اگر چناؤ کا طریق یہ اختیار کیا جاوے بشرطیکہ اہل پیغام واضح الفاظ میں یہ اعلان کر دیں۔ کہ ان بارہ آدمیوں کے کمیشن کا جو فیصلہ ہوگا۔ اس کو ہم عملی طور پر تسلیم کرینگے۔ یعنی یہ کہ اگر ان کے اس تجویز کردہ کمیشن نے فیصلہ اہل پیغام کے خلاف دیا۔ تو پھر وہ دوبارہ قادیانیت کا جوا اٹھا لیں گے۔

اور اگر وہ کم از کم تین ہزار اپنے افراد کے اسماء بھی ایسے پیش نہیں کر سکتے۔ جن میں دوسرا فریق مساوی حقوق کی بناء پر تمہارے من گھڑت ایجاد بندہ اصول کے ماتحت چار آدمی چن سکے۔ تو پھر کس برتے پر اپنی بساط سے بڑھ کر قدم مارتے ہو۔ اپنی ذات پہچانو۔ اور پیچھے ہٹ جاؤ۔ تمہارے غیر از جماعت بھائی کیا کہتے ہونگے کہ قادیان کی بیس قیمت تربیت کو اتنا جلدی بھول بیٹھے ہو۔ کہ عام عقل و دانش سے بھی بالا حرکات تم سے سرزد ہو رہی ہیں۔ ورنہ اگر تمہارا طریق فیصلہ واقعی حق و حقیقت اور انصاف پر مبنی ہے۔ تو پھر تم مولوی ثناء اللہ امرتسری سے ہی اس طریق پر مناظرہ کر کے اپنے عملی نمونہ سے اس طریق فیصلہ کے فضائل ظاہر کرو۔ گذشتہ سال سے وہ بھی تم کو تمہارے ہی اصول کے ماتحت مناظرہ کرنے کے لئے چیلنج پر چیلنج دے رہا ہے۔ وہاں تم لوگوں کو کیوں سانپ سونگھ جاتا ہے۔

پس اول اس طریق فیصلہ پر عمل پیرا ہونے سے پیشتر یہ اعلان کرو۔ کہ اس طریق پر اگر ۱۲ آدمیوں کی جیوری نے اہل پیغام کے خلاف فیصلہ دیا تو اس کے نتیجہ میں ہم سب اہل پیغام یا کم از کم امیر و مدیر پیغام حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی غلامی میں آ جائینگے۔ دوم چناؤ کا حلقہ کم از کم تین ہزار افراد پر مشتمل ہو۔ سوم اس طریق عمل پر کم از کم ایک مرتبہ کسی اور مخالف خصوصاً ثناء اللہ امرتسری سے مناظرہ کر کے نمونہ دکھائیں۔ اسکے بعد پھر تم ہم سے آنکھیں چار کرو۔ ورنہ ان بے اصولے شرائط اور طریق پر تو کوئی بے اصولا ہی مناظرہ کر سکتا ہے۔ ہاں یوں اگر شریفانہ طور پر اور دنیا کے عام اصولوں پر جن پر بیسیوں بلکہ سینکڑوں مناظرات حضرت اقدس کے زمانہ سے لیکر آج تک ہوتے رہے ہیں۔ ان پر کرلو۔ تو چشم ما روشن دل ما شاد۔ ہماری طرف سے ہر وقت اور ہر میدان میں لبیک کی آواز سنی جاتی ہے۔ اس لئے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ثنائی مشن

مولوی ثناء اللہ کی حواس باختگی کا تازہ ثبوت

قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ بعض انسانوں پر ایک ایسا زمانہ آتا ہے۔ کہ خواہ وہ کیسے ہی علوم و فنون کے ماہر ہوں۔ بالآخر اس عمر میں جاکر سب کچھ بھول جاتے ہیں۔ اور ایسی بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں۔ کہ بچوں کو بھی ان پر ہنسی آتی ہے۔ جیسے ارشاد باری ہے۔ منکم من یرد الی ارذل العمر لکیلا یعلم بعد علم شیئاً۔ یعنی اللہ تعالیٰ بعض انسانوں کو اپنی خاص مشیت کے ماتحت ارذل العمر (بڑھاپا) تک اس لئے پہنچاتا ہے۔ تاکہ باوجود عالم ہونے کے ایسا جاہل ہو جاویں۔ کہ گویا انکو علم سے کبھی واسطہ ہی نہیں پڑا تھا۔ اور بالخصوص جبکہ ایسا شخص کسی نبی کی مخالفت میں کھڑا ہو۔ تب تو ضرور ہی وہ نشان بن کر رہجاتا ہے۔ چنانچہ ہمارے زمانہ میں بھی جب اللہ تعالیٰ نے دنیا پر رحم فرما کر اپنا پیارا نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے خادم مرزا غلام احمدؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دنیا پر مبعوث فرمایا۔ تو کئی ایک بڑے بڑے عالم جو دنیا کا ملجاء و ماویٰ بنے ہوئے تھے۔ اور جن کے علوم کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت پر کمربستہ ہوئے تو حضرت اقدسؑ نے ایسوں کے حق میں فرمایا۔

اے پئے تکفیر مالبستہ کمر ۔ خانہ است و ویران تو در فکر دگر

چنانچہ میرے عیسوں نے بھی جن کی عمر ابھی چالیس کو بھی نہیں پہنچی۔ کئی ایسے مخالف علماء کو دیکھا جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت میں بڑے طمطراق سے اپنے علم ظاہری کے گھمنڈ میں ایسے دعاوی کئے تھے کہ ہم نے ہی احمدیت کو معاذ اللہ مٹانا ہے۔ اور اس کے لئے ہزار حیلے کئے۔ مگر بالآخر ظاہری اور باطنی طور پر مالی و جانی و علمی طور پر ان کے خاندان اور گھرانے برباد ہوئے۔ ۲۱ اگست ۱۹۳۶ء کے اہلحدیث میں قادیانی مشن کی سرخی کے ماتحت کسی ایسے شخص نے جو غالباً آج کل ارذل العمر کی منازل طے کر رہا ہے۔ لکھا کہ "عام طور پر مشہور مچایا جاتا ہے۔ کہ مرزا صاحب متوفی جب فوت ہوئے تو ان کے مرید چار لاکھ تھے۔ اب یہ امر منکشف ہوا ہے۔ کہ مرزا صاحب موصوف کو چالیس آدمی بھی مومن کامل نہ ملے تھے۔ خلیفہ قادیان کہتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ کہ اگر چالیس مومن مجھے مل جائیں تو میں دنیا کو فتح کر سکتا ہوں"

اس کے بعد مضمون نگار صاحب عقل و دانش کو رخصت دیکر لکھتے ہیں۔

(۱) "احمدیو۔ تمہارے مسیح اور خلیفہ کا فتویٰ کس قدر سخت ہے۔ کوئی عالم اسلام (عالم سوء ناقل) تم پر فتویٰ کفر لگاتا ہے۔ تو تم خفا ہو جاتے ہو..... مگر تمہارا مسیح اور خلیفہ مسیح تم کو بے ایمان کہتے ہیں"

گویا اس کے نزدیک جو مومن کامل نہ ہو وہ کافر ہے۔ قربان ایسے عالم پر۔ اور قربان ایسی مضمون نگاری پر۔ ارذل العمر ہونے کا خوب ثبوت پیش کیا ہے۔ اگر یہی حق ہے کہ جو کامل مومن نہ ہو وہ کافر ہے تو کیا فتویٰ ہے ان اہل حدیثوں کے متعلق جن کے حق میں مولوی ثناء اللہ صاحب فرما چکے ہیں۔ کہ وہ صرف نام کے مسلمان ہیں۔ یہود کیطرح ہیں الخ ملخصاً۔

میں ہمیشہ حیران ہوتا ہوں۔ کہ جو آدمی قرآن کریم سے محض نابلد اور ناآشنا ہو۔ دینی واقفیت سے بالکل کورا ہے۔ اس کو ایسی مضمون نگاری کا شوق ہی کیوں چراتا ہے۔ اس بھلے آدمی سے کوئی پوچھے۔ کہ قرآن کریم تو حضرت بلالؓ اور حضرت ابوہریرہؓ عنہما سے لیکر حضرت موسیٰؑ عیسیٰؑ حتیٰ کہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم تک کو بھی مومن ہی کہتا ہے۔ مگر کیا ہر صحابی اور ہر نبی اپنے اپنے ایمان میں ایک سا ہی مقام رکھتے تھے۔ ہرگز نہیں بلکہ ہر ایک اپنے ایمان کے لحاظ سے مختلف مدارج رکھتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کی پیش کردہ مثال سے میں واضح کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے خود مومنوں کے مقام میں فرق بتلایا ہے۔ نبیوں کے مقام میں فرق بتلایا ہے۔ جیسے فرماتا ہے تلک الرسل فضلنا بعضھم علےٰ بعض۔ کہ رسولوں میں سے بعض کو بعض پر فضیلت ہے اور پھر فرمایا۔ لا یستوی القاعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر و المجاھدین فی سبیل اللہ باموالھم و انفسھم فضل اللہ المجاھدین باموالھم و انفسھم علی القاعدین درجۃ (سورۂ نساء ع ۱۳)

یعنے مجاہد مومن اور غیر مجاہد درجہ میں برابر نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجاہدین فی سبیل اللہ کو غیر مجاہد پر بلحاظ درجہ کے فضیلت عطا کی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر دونوں کا ایمان برابر ہوتا۔ تو ضرور سارے مجاہد ہوتے۔ نیز اس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا۔ کہ مجاہد اور غیر مجاہد مومن مرید تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہی تھے۔ مگر ترقی کو اللہ تعالےٰ نے مجاہدین کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔

دوسری مثال قرآن کریم میں بایں الفاظ پیش کی گئی ہے۔ یا ایھا الذین اٰمنوا باللہ و رسولہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

والکتٰب الّذی نزل علےٰ رسولہ والکتٰب الذی انزل من قبل الخ (سورۂ نساء ع ۲۰)

اے مومنو۔ ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر نازل فرمائی۔ اور اس کتاب پر بھی جو اس سے پہلے نازل کی۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ ان تمام لوگوں کو جو رسول کریم پر ایمان لاکر آپ کے مرید بنے تھے۔ فرماتا ہے اے مومنو۔ ایمان لاؤ۔ ایسے فرمان کے دو ہی معنے ہو سکتے ہیں۔

اوّل۔ اللہ تعالیٰ ان تمام مریدوں کو جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاکر آپ کے مرید بنے تھے۔ معاذ اللہ استہزاءً مومن کہتا ہے جیسے انجیل میں لکھا ہے کہ پیلاطوس نے (حضرت عیسےٰ سے) پوچھا کیا تو یہودیوں کا بادشاہ ہے۔ اس نے اس کے جواب میں اس سے کہا "تو خود کہتا ہے" جب حضرت عیسےٰ یہودیوں کے بادشاہ ہونے کا اقرار کر چکے تو پھر لکھا ہے۔ کہ سپاہی ساری پلٹن کو بلا لائے۔ اور انہوں نے (یہودیوں نے) اسے ارغوانی چوغہ پہنایا۔ اور کانٹوں کا تاج بنا کر اس کے سر پر رکھا۔ اور اسے سلام کرنے لگے۔ کہ اے یہودیوں کے بادشاہ سلام۔

گویا جس طرح حضرت عیسےٰ بظاہر یہودیوں کے بادشاہ نہ تھے۔ مگر یہودیوں نے ہنسی اور ٹھٹھے سے اس کو بادشاہ کہا۔ اور سلام اور سجدہ تک مخول سے کیا۔ اسی طرح خدا نے معاذ اللہ رسول کریم کے مریدوں کو مخول سے مومن کہا۔ دراصل وہ مومن نہ تھے۔ کیونکہ اگر خدا تعالےٰ کے نزدیک بھی مریدین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مومن ہوتے۔ تو پھر ارشاد کیوں ہوتا۔ کہ ایمان لاؤ۔ اللہ ہی کے رسول اور اس کی کتاب پر۔

دوسرا مفہوم آیت کا دوسرا اور صحیح مفہوم یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان تمام مریدین مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو جو سچا اور صحیح ایمان لائے تھے۔ مومن کا ہی خطاب عطا فرماتا ہوا ارشاد فرماتا ہے کہ مومنو اب جب تم خدا پر ایمان اور اس کے رسول و کتاب وغیرہ پر ایمان لائے ہو۔ تو ان تمام کی اصلیت و حقیقت کو سمجھو۔ تا تم ایمان میں کامل ہوتے چلے جاؤ۔ گویا صرف ایمان کافی نہیں۔ جب تک اس میں کمال پیدا کرنے کی اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے اور تقرب الی اللہ میں سبقت لے جانے کی کوشش نہ کی جائے۔ چنانچہ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔ فاستبقوا الخیرات۔ کہ نیک اعمال میں ایک دوسرے سے بڑھو۔ اور سبقت بجز ترقی ایمان حاصل نہیں ہو سکتی۔ تو گویا اللہ کے نزدیک ہر مومن کا ایک مقام نہیں۔ کوئی ایمان کے کسی مقام پر کوئی کسی مقام پر قرآن میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ جن میں اس بات کو خوب واضح کیا گیا ہے۔ کہ ایمان میں ترقی کرو۔ اس کو تکمیل تک پہنچانے کی اور ایک دوسرے سے بڑھنے اور ترقی کرنے کی کوشش کرو۔ چنانچہ دوسری جگہ سابقون کو اعلےٰ قرار دے کر فرمایا۔ والسابقون السابقون اولٰئک المقربون فرمایا۔ لوگوں کے تین گروہ ہیں۔ ایک گروہ کافروں کا۔ دوزخیوں کا ایک مومنوں کا۔ مومنوں کے پھر دو حصے ہیں۔ ایک اصحاب الیمین ایک سابقون ہیں۔ تو سارے جنتی۔ مگر سابقون تو پھر سابقون ہی ہیں۔ وہ تو خدا کے مقرب ہونگے۔ باقی اصحاب الیمین مومن جنت میں جائیں گے۔ پھل فروٹ کھائیں گے۔ تو اس آیت کریمہ میں مومن اور جنتی تو دونوں قسم کے مریدوں کو کہا گیا ہے۔ مگر قرب الٰہی تو صرف سابقون کو ہی حاصل ہوگا۔ تبھی ترقی ایمان و تکمیل ایمان میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی ترغیب دلائی گئی۔

میں اب صرف ایک اور مثال جو نہایت واضح اور نہایت عمدگی سے پیش کی گئی ہے۔ قرآن کریم سے پیش کر کے بتاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مریدوں کو ایک طرف مومن کہتا ہے۔ اور دوسری طرف ان کو بتاتا ہے۔ کہ تم نے ایمان میں کہاں تک ترقی حاصل کرنی ہے۔ گویا ایک نہایت عمدہ اور اکمل پروگرام رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مریدوں کے سامنے پیش فرمایا ہے۔ جیسے فرمایا۔ من یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولٰئک رفیقاً

(سورۂ نساء رکوع ۹)

یعنے اللہ تعالیٰ مومنوں کو جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مرید ہوں۔ مخاطب کر کے فرماتا ہے۔ کہ دیکھو روحانیت یا ایمان کی تکمیل کے موٹے موٹے چار درجے ہیں۔ پہلا درجہ تکمیل ایمان کا صالحیت ہے۔ دوسرا درجہ تکمیل ایمان کا شہادت ہے۔ تیسرا درجہ تکمیل ایمان کا صدیقیت ہے۔ اور چوتھا درجہ جو اعلےٰ اور اکمل اور اتم درجہ ایمان کا ہے وہ مقام نبوت ہے۔

اللہ تعالےٰ نے یہ چاروں مقام اس لئے بتائے تا ہر ایک اگلے مقام کو حاصل کرنے کی کوشش کرے اور کسی ایک مقام پر کھڑا نہ رہے۔ اور یہ ایک موٹی بات ہے کہ جو فتوحات ایک صالح کو نصیب ہونگی۔ اس سے زیادہ شہید کو ہونگی۔ اور جو فتوحات ایک شہید کو حاصل ہونگی۔ اس سے کہیں زیادہ ایک صدیق کو۔ اور پھر جو فتوحات اللہ تعالیٰ ایک نبی کو عطا فرماتا ہے۔ وہ کسی دوسرے کو کہاں میسر آسکتی ہیں۔

فتوحات دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک روحانی ایک جسمانی۔ روحانی پھر دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ جو عقائد ایک نبی دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے وہ ایسے مضبوط اور لاجواب ہوتے ہیں۔ کہ لوگ مخالفت کرتے کرتے بالآخر اس کا لوہا مان کر ہتھیار ڈال دیتے ہیں۔ اور ایک فتح یہ ہے اذا جاء نصر اللہ والفتح ورائیت الناس یدخلون

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فی دین اللہ افواجاً لیعنی لوگ کثرت سے اس نبی کے مرید بنتے جاتے ہیں۔

جسمانی فتح یہ ہے۔ کہ حکومت اس کو یا اس کے متبعین کو مل جاوے۔ پس اللہ تعالیٰ تو اپنے انبیاء کو صرف اور صرف اس غرض کے لئے مبعوث فرماتا ہے کہ وہ ان قلوب کو جو پیدا تو عرش الٰہی بننے کے لئے جاتے ہیں۔ مگر وہ شیطان کی تخت گاہ بن جاتے ہیں۔ ان کو پھر نئے سرے سے شیطان کے پنجے سے چھڑا کر اس قابل بنا دے۔ کہ وہ رحمٰن کی جلوہ گاہ ہوں۔ اور ان کے وجود خدا نما۔

اور وہ پیارا خدا جو واحد و یگانہ ہے جس کو اپنی توحید سے بڑھ کر اور کوئی پیاری شے نہیں۔ اس کی توحید کی جگہ ابناء دنیا کئی مصنوعی خدا کھڑے کر دیتے ہیں۔ اس کے اوصاف جو اس کی ذات سے وابستہ ہیں۔ وہ کرم خاکی اور ادنیٰ سے ادنیٰ چیزوں کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ اس وقت وہ اپنے کسی بندے کو نبی بنا کر بھیج دیتا ہے۔ تا وہ شیطان کی جگہ صرف واحد و یگانہ خدا کی حکومت قائم کریں اور ایسے دلائل پیش کرے۔ جن کا کسی سے جواب نہ بن پڑے۔ اور یا پھر ان کو قبول کریں۔ یا مقابل پہ آنا جان کندن سے زیادہ مشکل سمجھتے ہوں۔ مگر دنیا کے کیڑے اور ظاہر بین علماء اور کوتاہ بین مُلّا۔ ان کی ظاہری حکومت "تلاش کرتے کرتے ذلیل و خوار ہو کر اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ مگر وہ خدا کا پیارا سنت انبیاء کے مطابق خدا کی حکومت قائم کر دیتا ہے۔ اہل حدیث کا مضمون نگار بھی ایسے ہی لوگوں میں سے ہے۔ جو دنیاوی حکومت کے متلاشی ہوتے ہیں۔ اور حضرت عیسےٰ جیسے نبی کو سر پر کانٹوں کا تاج رکھ کر استہزاً اور ہنسی میں کہتے ہیں "یہودیوں کے بادشاہ سلام" تبھی وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ظاہری فتوحات نہ دیکھ کر اعتراض کرتا ہے کہ مسیح موعود کو چالیس آدمی بھی نہ ملے۔ ورنہ وہ دنیا فتح کر لیتے۔ اس کو نظر نہیں آتا۔ کہ وہ پیارا مسیح۔ مسیح محمدی تھا۔ نہ کہ مسیح موسوی اس مسیح کی تو صلیب نے گردن جھکا دی تھی۔ جبکہ وہ زخموں کی تاب نہ لا کر بے ہوش ہو گئے تھے۔ مگر اس مسیح نے صلیب پر وہ تبر چلایا۔ کہ حامیین صلیب کی حضرت اقدسؑ کے نام سے روح کانپتی ہے۔ حضرت اقدسؑ تو الگ رہے۔ حضرت اقدسؑ کے ان موعود چالیس آدمیوں کے خادموں کے نام سے پادری دم دبا کر بھاگتے ہیں۔

کیا مولوی ثناء اللہ اور ان کے رفقاء کو اب تک معلوم نہیں ہوا۔ کہ ان چالیس خداموں کے شاگرد مرد تو الگ رہے۔ ان کی عورتوں نے عیسائیت کے قلب میں مسجد تیار کرا کر پانچ وقت ان کے کانوں میں زبردستی لا الٰہ الا اللہ۔ اور محمد رسول اللہ کی صدا پہنچا دی۔ کیا دہریت اور آریہ مت۔ اور برہمو سماج۔ اور خود مسلمان جو اسلام کو کھاتے جاتے تھے۔ آج احمدیت کا لوہا نہیں مان رہے۔ کیا اس شہادت کے لئے اہلحدیث اور اشاعت السنہ اور زمیندار۔ انقلاب۔ سیاست۔ اور پرتاپ اور نور افشاں اور دیگر انگریزی کتب و رسالوں کے صفحات موجود نہیں۔ جو بآواز بلند ہر پڑھنے والے کو کہتے ہوں۔ کہ احمدیت کا مقابلہ مشکل ہے۔ یہ دنیا پر چھا جائیں گے۔ بلکہ امریکہ۔ افریقہ وغیرہ ممالک پر پھیل جانے کا اعلان کر چکے ہیں۔ پھر کیا ابھی چالیس آدمی آپ لوگوں کو نظر نہیں آتے۔ اب تو چالیس کی بجائے بفضلِ خدا چالیس ہزار اور پھر چالیس لاکھ ہونے کو ہیں۔

پس حضرت اقدسؑ کو نہ صرف چالیس بلکہ ہزارہا جان نثار ملے۔ جس کا اقرار حضرت اقدسؑ نے بارہا اپنی تحریرات میں فرمایا۔ مثلاً آپؑ فرماتے ہیں۔ "ہزارہا آدمیوں نے میرے ہاتھ پر اپنے طرح طرح کے گناہوں سے توبہ کی ہے۔ اور ہزارہا لوگوں میں بعد بیعت میں نے ایسی تبدیلی پائی ہے۔ کہ جب تک خدا کا ہاتھ کسی کو صاف نہ کرے۔ ہرگز ایسا صاف نہیں ہو سکتا۔ اور میں حلفاً کہہ سکتا ہوں۔ کہ میرے ہزارہا صادق اور وفادار مرید بیعت کے بعد ایسی پاک تبدیلی حاصل کر چکے ہیں۔ کہ ایک ایک فرد ان میں بجائے ایک ایک نشان کے ہے۔" (حقیقۃ الوحی ص۲۳۶)

اس تحریر سے صاف ظاہر ہے۔ کہ حضرت اقدسؑ کو ہزارہا جان نثار ملے۔ ہزارہا آپؑ کے ذریعہ ترقی ایمان اور بلندی درجات کے لئے ایک دوسرے سے سبقت لے گئے۔ مگر ہم کیا کریں ؎

آنکھ کے اندھوں کو حائل ہو گئے سو سو حجاب

مکرم مضمون نگار کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ باوجود اس کے کہ حضرت اقدسؑ نے یہ بار بار اقرار کیا کہ میرے ذریعہ ہزارہا جان نثار اور دین کے خادم اور خدا کے پیارے بن گئے۔ پھر حضرت اقدسؑ کا یہ فرمانا کہ "مجھے اگر کامل مومن چالیس ہی مل جاتے" کا مفہوم وہی ہے۔ جو میں قرآن کریم سے کئی ایک مثالیں دیکر واضح کر چکا ہوں۔ کہ ایمان کسی ایک جگہ پر کھڑے ہو جانے کا نام نہیں۔ بلکہ ترقی کرنے اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنا حتیٰ سابقون میں شامل ہو کر مقربین میں داخل ہونے کا نام ہے۔ اور ہر نبی اس غرض کے لئے آتا ہے۔ کہ وہ ایسی تبدیلی پیدا کر دے سو اسی غرض کے لئے حضرت اقدسؑ نے ایسا فرمایا۔ تا کوئی شخص بھی صرف بیعت کر کے چپ نہ ہو رہے بلکہ بیعت کر کے سمجھے۔ کہ اس نے اب اپنے بھائیوں کو بھی شیطانی حکومت سے نکال کر خدا کی حکومت میں داخل کرنا ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ اگر چالیس نفوس انبیاء کے رنگ میں رنگیں ہو کر تبلیغ کے لئے نکل کھڑے ہوں۔ تو ظاہری رنگ میں بھی دنیا فتح ہو سکتی ہے۔ جو دنیادار لوگ تلاش کیا کرتے ہیں۔ پھر اس بھائی کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ جیسے حضرت اقدسؑ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ کہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مجھکو قیصر و کسریٰ کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں مگر وہ آپ کے خلفاء کو دی گئیں۔ اسی طرح اگر وہ مخصوص چالیس ایسے آدمی تلاش کرنا چاہتا ہے۔ کہ جو دنیا کو فتح کرنے نکل کھڑے ہوں۔ تو وہ حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی طرف دیکھے۔ کہ اللہ تعالیٰ اب آپ کو ایسے جانثار اور خدمت دین کے لئے قربان ہونے والے مخلص احباب دے رہا ہے۔ جو ظاہری علوم سے بھی مزین اور باطنی علوم سے بھی لبریز ہیں۔ اللہ ان کی تائید و نصرت فرمائے اور وہ باہر ممالک میں جا رہے ہیں۔ اور تبلیغ کا شور مچا رہے ہیں۔ اور دنیا کو بتا رہے ہیں۔ کہ اب اسلام جو احمدیت کے رنگ میں ظاہر ہوا۔ اس کے بغیر خدا کا قرب میسر نہیں۔

غیر ملکوں کے لوگ دوسری بولیاں بولنے والے لوگ ان مجاہدین کی آمد پر لبیک کہہ رہے ہیں۔ جو دراصل اس پیارے نبی کی آواز ہے۔ جو دنیا پر اسلام کا بول بالا کرنے آیا۔ جبکہ آپ جیسوں کی آنکھیں آسمان پر لگی ہوئی ہیں۔ کہ کب کوئی نازل ہو۔ اور آپ کی جھولیوں میں روٹیاں ڈالے اخبارات میں اعلان ہوتا رہتا ہے۔ آپ ان مومنین کاملین کا شمار اور گنتی کرتے چلے جائیں۔ کہ کتنے چالیس بنتے ہیں۔

خدا تعالیٰ سے دعا ہے۔ کہ وہ ہر احمدی کو ایسی ہی قربانی بلکہ ان سے بڑھ کر قربانی کرنے اور سابقون میں داخل ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

باقی رہا آپ کا یہ کہنا۔ کہ قادیان میں منافق گھسے ہوئے ہیں۔ یہ بھی قرآنی تعلیم سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ منافقین کا اس جگہ ہونا صداقت کی نشانی ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں معتبر بن کر بیٹھنے والوں میں منافق ہوتے تھے۔ پڑھو سورہ منافقون یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ اللہ ہدائیت نصیب کرے۔ اور اصل حقیقت کو سمجھنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

(خاکسار:۔ ابو البشارت عبد الغفور مولوی فاضل قادیان دارالامان)

عیسائی مشن
اپنی کہانی اپنی زبانی!
(۲)

(بسلسلہ فاروق ۱۴ جولائی سنہ ۳۶ء صفحہ ۲)

(سید عنایت بخاری لائل پوری)

سانگلہ سے چل کر جب گاڑی مٹر بلوچاں پہونچی خاکسار چند احباب کے ہمراہ اتر کر اس ڈبے میں سوار ہو گیا جس میں پادری صاحب تشریف فرما تھے۔ میں بعد علیک وسلیک کے قریبی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اور ہمراہی احباب سے اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ آخر میں نے عبد اللہ سے کہا۔ سانگلہ ہل سے بھی کوئی اخبار کا پرچہ نہیں مل سکا۔ تا سفر اچھی طرح سے کٹتا۔ اگر آپ تکلیف گوارا کریں۔ تو پادری صاحب سے باہمی گفتگو کی اجازت حاصل کر لیں۔ تاکہ ہم سفر کو اچھی طرح طے کر سکیں۔ میرے خیال میں آپ ضرور یہ کام کر سکتے ہیں۔ برادرم عبد اللہ صاحب اٹھے۔ اور انہوں نے پادری صاحب کے حضور ہماری درخواست پیش کی۔ میں پادری صاحب کے بشرے کو بغور دیکھ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ پادری صاحب بے بس ہیں۔ ورنہ ہماری خیر نہ ہوتی آخر کار پادری صاحب نے یہ کہتے اجازت دیدی۔ اگر مذاق نہ ہو۔ تو گفتگو کرنے میں کیا حرج ہے۔

میں نے عرض کی۔ اگر میری ہر بات کا نام آپ مذاق رکھ لیں۔ تو میں کیا علاج کر دوں؟

پادری۔ نہیں نہیں میں بھی تو آخر جہاندیدہ ہوں۔ اور ہر ایک بات کو سمجھ سکتا ہوں۔

(ایک دوست) گفتگو شروع ہونی چاہیئے

خاکسار۔ بہت اچھا۔

پادری۔ اسلام اعمال کو ذریعہ نجات کیوں قرار نہیں دیتا۔ اور نجات کا انحصار فضل ربی پر کیوں رکھتا ہے

احمدی۔ میرا خیال تھا۔ کہ اب آپ سمجھ گئے ہونگے۔ مگر خیر میرا کام آپ کی تسلی کرنا ہے۔ غور سے سنیئے؟

ایک آقا اپنے نوکر کی مزدوری فی گھنٹہ ۸ر یا ڈیڑھ روپیہ مقرر کرتا ہے۔ جب وہ کام ختم کرتا ہے تو مالک خوش ہو کر سو روپیہ نوکر کو دے دیتا ہے اب آپ بتائیں۔ کہ سو روپیہ کی رقم اس کے عمل کا معاوضہ ہے یا مالک کی مہربانی کا نتیجہ۔ کیا وہ نوکر بار بار نہیں کہے گا۔ آپ کی غریب پروری۔ نوازش۔ مہربانی ہے۔ اور اس وقت مزدوری کی قلیل رقم کو زبان پر لانا اس کے لئے باعث ندامت ہوگا۔ یہی حال نجات اور اعمال کا ہے۔ جب ہم تسلیم کرتے ہیں۔ کہ دنیاوی زندگی کا زمانہ بمقابلہ اخروی زندگی کے بہت قلیل ہے۔ اور اخروی انعامات دنیا کی زندگی کے اعمال کے مقابلہ بے انتہاء اور لا محدود ہیں۔ تو پھر کون بے وقوف ہے جو ان انعامات کو دنیاوی قلیل زندگی کا بدل قرار دے۔ اخروی زندگی کا دور بہت طویل ہے۔ مگر موجودہ دنیا کا دور ایک حد تک ختم ہو جائے گا۔ پس چالیس سالہ یا سو سالہ زندگی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے مقابلہ میں ہزاروں سال کے نعما اور بہشتی آرام و آسائش کو رکھنا نہایت ناشکر گذاری ہے۔ اگر ہم چالیس سالہ یا سو سالہ زندگی کے عمل کا پھل چالیس سال یا سو سال کھالیں۔ تو باقی ہزاروں سالوں کے پھل ہمارے کس عمل کا نتیجہ ہیں۔ یقیناً یہ اُس کا فضل ہے اور ہماری عبادات اور کوششیں اس کے بالمقابل کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔ پس جس طرح ایک مزدور کو جب مالک انعام دیتا ہے۔ تو اس انعام میں بخشش یا آقا کی مہربانی کا اتنا کثیر حصہ ہوتا ہے۔ کہ مزدوری کی حقیقت ہی کچھ نہیں۔ حالانکہ انعام میں مزدوری بھی شامل ہوتی ہے۔ اسی طرح انسانی نجات میں عمل بھی شامل ہوتا ہے۔ مگر فضل کا حصہ بہت زیادہ ہے۔ اس لئے فضل ربی کے بالمقابل عمل کو کوئی ترجیح نہیں۔ صرف عمل کسی کام کا نہیں۔ لیکن صرف فضل نجات دلا سکتا ہے کیونکہ وہ مالک ہے۔ آقا ہے۔ اسلام خدا کی ہستی کو آریوں کی طرح صرف منصف کی حیثیت میں پیش نہیں کرتا۔ بلکہ مالک اور عادل دونوں حیثیتوں میں پیش کرتا ہے۔ اس لئے اسے اختیار حاصل ہے۔ کہ ایک انسان کو اپنی شان مالکانہ کے ماتحت نجات دیدے۔ خدا کے فضل سے انکار کرنا گویا عمل کو ضائع کرنے کے مترادف ہے۔

(ایک دوست) بڑا لطف آرہا ہے ذرا اور وضاحت سے بیان کریں۔

احمدی۔ دیکھئے۔ جس طرح زمیندار زمین میں بیج بکھیر کر اور کھیتی کے پکنے پر یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ یہ غلہ یا حاصل صرف میری محنت کا نتیجہ ہے۔ بلکہ اس کو فضل ربی بھی قرار دیتا ہے۔ اور باوجود سخت محنت کرنے اور سال کی× غلہ نہیں اٹھا سکتا جبکہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ اشیاء سے فائدہ نہ اٹھائے۔ سورج۔ ہوا۔ چاند۔ بارش وغیرہا اگر نہ ہوں۔ تو کیا آپ سمجھ سکتے ہیں۔ کہ کسان صرف اپنی محنت سے غلہ حاصل کرلے گا۔

پادری۔ ناممکن ہے۔

احمدی۔ زمیندار کی کھیتی کا حاصل دانہ ہوتا ہے۔ یعنی زمیندار کے عمل اور محنت کا نتیجہ دانہ کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح انسان کے اعمال کا نتیجہ نجات ہے۔

لیکن جس طرح ایک زمیندار دانہ کا حاصل کرنا صرف اپنی جد و جہد کا نتیجہ قرار نہیں دیتا۔ بلکہ اس کو فضل ربی قرار دیتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ صرف میری محنت مجھے منزل مقصود پر نہیں پہونچا سکتی۔ اور نہ ہی میں اپنی محنت سے دانہ حاصل کرسکتا ہوں۔ جب تک خدا کا فضل سورج کی روشنی۔ ہوا۔ پانی۔ بارش کی صورت میں ظاہر نہ ہو۔ اور اگر انسان خدا کی ان قدرتی عطا کردہ اشیاء سے مستفید نہ ہو تو کوئی ہے۔ جو خیال کرسکے۔ کہ وہ ایک دن صرف اپنی محنت سے دانہ حاصل کرنے پر قادر ہوسکے گا۔ پس بعینہٖ مومن کی مثال ہے۔ جو نجات حاصل کرنا چاہتا ہے۔ مومن نجات کو اپنے اعمال کا ذریعہ قرار نہیں دیتا۔ بلکہ خدا کے فضل کو ذریعہ نجات جانتا ہے۔ جس طرح کسان باوجود سخت محنت کے خدا کی عطا کردہ اشیاء کے بغیر دانہ حاصل نہیں کرسکتا۔ اسی طرح مومن بغیر فضل خدا کے اعمال کے ہوتے ہوئے نجات حاصل نہیں کرسکتا۔ دانہ اور نجات۔ کسان اور مومن کی آخری کڑی ہیں۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں؟ کہ کسان دانہ کا حاصل کرنا اپنی محنت کا نتیجہ قرار دیگا۔

پادری۔ ہرگز نہیں۔ وہ تو کہے گا۔ کہ یہ سب خدا کا فضل ہے۔

احمدی۔ پس یہی میرا منشاء ہے کہ رسول عربی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا ہے کہ انسان کی نجات اعمال پر نہیں۔ بلکہ خدا کے فضل پر موقوف ہے۔ مگر اس صورت میں بھی فضل سے اعمال جدا نہیں ہوتے۔ صرف ان کی قلت بمقابلہ کثیر انعامات کے کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

پادری۔ بخوبی سمجھ گیا۔ اس وقت مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

احمدی۔ خدا کا شکر ہے کہ میں آپ کی خدمت میں رسول عربی صلے اللہ علیہ وسلم کے قول کی تشریح کرسکا۔ ہزار شکر ہے۔

(تمام دوست) جزاک اللہ۔ آج تمام اعتراضات جو اس مسئلہ کے متعلق تھے۔ دور ہو گئے۔ جزاک اللہ

پادری۔ ایک اور سوال کرتا ہوں۔ یسوع مسیح کی تشخصیت کے متعلق کیسا خیال ہے۔

احمدی۔ اگر شخصیت کا انحصار قرآن پر رکھوں۔ تو مسیح کی تو میں خاک پا کے بھی قابل نہیں۔ اور اگر اناجیل مروجہ پر رکھوں۔ تو یسوع مسیح سے پچاس فیصدی اچھا ہوں۔ اور مسیح سو فیصدی گنہگار۔

پادری۔ اب آپ پھر گفتگو کا رنگ تبدیل کر رہے ہیں۔ خدا خیر کرے۔

احمدی۔ گھبرائیے نہیں۔ حقیقت ہے۔ کیا آپ گناہ کی تعریف کرسکتے ہیں۔

پادری۔ خدا کے حکم کو عمداً توڑنا گناہ کہلاتا ہے۔ چونکہ آدم اور حوا نے گناہ کیا۔ اور خدا کے حکم کے توڑنے والے ہوئے۔ اس لئے ہم ان کو بھی اور ان کی نسل کو بھی گنہگار مانتے ہیں۔ سوائے یسوع مسیح کے۔ اور اسی گناہ کے نتیجہ میں خدا نے حوا کو دردزہ سے بچہ جننے کی اور آدم کو پسینے سے روٹی کمانے کی سزا دی۔ اب جتنی نسل آدم حوا سے چلی۔ تمام کی تمام گنہگار ہے۔

احمدی۔ میرا خیال ہے۔ کہ آپ گناہ کی تعریف کے خلاف جارہے ہیں۔ کیا واقعی طور پر آدم نے عمداً دانہ کھایا۔ اور گناہ کے مرتکب ہوئے؟

پادری۔ نہیں حوا اس کی محرک ہوئی۔

احمدی۔ تو پھر اصل گنہگار حوا نہ کہ آدم علیہ السلام۔ ہاں ہم سہو کہہ سکتے ہیں۔ جو گناہ نہیں کہلاتا۔ بلکہ بشری کمزوریوں کے باعث سہو ہو ہی جاتا ہے۔ جیسا کہ اناجیل میں لکھا ہے۔ آدم نے گناہ نہیں کیا۔ بلکہ حوا نے دھوکے سے دانہ کھلا دیا۔ اب آپ بتائیں۔ اصل گنہگار کون ہے۔

× متواتر کوششوں سے اس کے منہ سے یہی نکل آتا ہے۔ کہ یہ سب خدا کے فضل کا نتیجہ ہے۔ تو پھر ہم کس طرح اپنے عمل کو نجات کا ذریعہ جان لیں۔ زمیندار صرف اپنی محنت اور جان فشانی سے ص

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پادری۔ اصل تو پھر حوّا ہی ہے۔

احمدی۔ اب فیصدی لگتی دیکھئے۔ عام انسانی مخلوق ماں باپ دونوں سے ہے۔ اور مسیح صرف ماں سے۔ خاکسار بھی ماں باپ دونوں سے ہے۔ اگر حوّا کی نسل سے ہونے کے باعث میری والدہ نسلی طور پر پچاس فیصدی گنہگار ہو۔ تو والد کی طرف سے بلحاظ نسل آدم ہونے سے پچاس فیصدی گناہ سے پاک ہوں۔ لیکن مسیح کا چونکہ باپ نہیں۔ پچاس فیصدی پاک ہونے کے نمبر کٹ گئے اور والدہ کی نسل حوّا کی نسل ہونے سے پچاس فیصدی گنہگار ہے۔ اور باپ نہ ہونے سے پچاس فیصدی اور گویا سو فیصدی مسیح گنہگار ہے عام مخلوق سے تو پھر ایسا انسان انسانی نجات کا باعث کیونکر ہو سکتا ہے۔ اس سے بہتر تو عام مخلوق ہے۔ جو پچاس فیصدی پاک ہے (یہ سب کچھ بقول آپ کے ہے)

پادری۔ پس آپ پھر اتر آئے۔ خواہ مخواہ آپ الجبرا کے سوال نکال رہے ہیں۔ سیدھی سادھی بات کیوں نہیں کرتے۔

احمدی۔ آپ مجھے سادہ جواب دے دیں۔

پادری۔ بس بس!! نوازش!!!

احمدی۔ کیوں؟ جواب کوئی نہیں۔ صرف پرچار کے ڈھونگ سے مٹھی ہی گرم رکھنی مقصود ہے؟

پادری۔ عبداللہ نے یونہی گفتگو شروع کرادی۔ میں تو آگے ہی جانتا ہوں۔ کہ آپ باتیں کرنے سے باز نہیں آئیں گے۔ خواہ آپ کی زبان پکڑ لی جائے (قہقہہ)

احمدی۔ آپ کی تعریف کے مطابق پھر تو میں مجبور ہوں؟

پادری۔ ہماری بدقسمتی تھی۔ جو اس گاڑی پر سوار ہو گئے۔ میں آپ سے تو ہرگز گفتگو نہیں کرونگا۔ جواب تو مجھے آتے ہیں۔ مگر کون سنے؟

میں نے عرض کی۔ ہم سب سننے کیلئے تیار ہیں۔ مگر پادری تیگ ہاتھوں میں لئے پیشانی پر بل ڈالے اسٹیشن حافظ آباد کے پلیٹ فارم پر اتر گئے۔

گاڑی نے سیٹی بجائی۔ اور ہم پھر اسی ڈبے میں سوار ہو کر سلسلہ گفتگو کرنے کی کوشش کرنے لگے۔

پادری صاحب (میری طرف مخاطب ہو کر) لطف تو بہت آتا ہے۔ مگر آپ سوال سخت نہ کریں میں نے کہا۔ بہت اچھا۔ نرم ہی ہونگے۔ لیکن میرا نرم سوال بھی آپ کی نازک خیالی پر پتھر ہو کر گرتا ہے۔ آپ بھی دل کو مضبوط کریں۔

احمدی۔ کیا آپ کی عورتوں کو دردِ زہ نہیں ہوتا۔

پادری۔ ہوتا ہے اور سخت ہوتا ہے یہاں تک کہ بعض عورتیں جان دے دیتی ہیں۔ (تمام دوست ہنس پڑے۔ اور پادری صاحب غصے کے لہجے میں فرمانے لگے۔ تہذیب سے کام لینا چاہیئے۔ یہ شرفا کی مجلس ہے)

احمدی۔ عورت کو دردِ زہ کیوں ہوتا ہے۔

پادری۔ اجی شاہ صاحب یہی باعث ہے اصل میں تو جو تم نے سنا ہے۔ کہ حوّا نے گناہ کیا اور اس کو سزا ملی۔ اور اسی طرح یہ سزا عورت کو ورثہ میں ملی۔ اور تو کوئی باعث نہیں۔

احمدی۔ کیا یہ ٹھیک ہے۔ کہ مسیح نے تمہارے گناہوں کا کفارہ دیا۔ اور آپ کی نجات کا باعث ہوا۔ اور اس طرح مسیح نے تمہاری گناہوں کی گٹھڑی اٹھا کر تمہیں گناہ سے آزاد کر دیا۔

پادری۔ ہاں ہمارا ایمان ہے۔

احمدی۔ تو جب گناہ مسیح نے اٹھا لئے۔ تو گناہ کے عوض جو سزا تھی۔ وہ کیوں موقوف نہ ہوئی۔ یا تو مسیح کا کفارہ باطل ہے۔ یا عورتوں کو دردِ زہ نہ ہونا چاہیئے۔ اگر ہوتا ہے۔ تو کفارہ باطل۔ اگر نہیں ہوتا۔ تو آپ فرما دیجئے۔

پادری۔ سلسلہ کلام اب ختم ہونا چاہیئے۔ میں کب تک آپ کے منہ سے سخت الفاظ سنتا جاؤں گا۔ آخر صبر کی کوئی حد تو ہونی چاہیئے۔ مصیبت پڑ گئی۔ بُری دن آ گئے۔ تمام دوست قہقہہ مار کر ہنس پڑے۔ (باقی پھر)

کمزوروں اور بوڑھوں کیلئے آبِ حیات ہے

امرت بوٹی ہر قسم کی کمی اور مردانہ کمزوری کے لئے اکسیر اعظم ہے۔ جس کی قدر و قیمت استعمال کرنے کے بعد ہی ہو سکتی ہے۔ دل دھڑکتا ہو۔ خون کی کمی ہو۔ چہرہ کا رنگ زرد اور پژمردہ سا ہو گیا ہو۔ سانس پھولتا ہو۔ جریان کی وجہ سے کمر میں درد رہتا ہو۔ قوت مردانہ پانی کی طرح رقیق اور بہتی ہو۔ احتلام کی کثرت اور سرعت کی بیماری لگ چکی ہو۔ جگر کام نہ کرتا ہو۔ قوت ہاضمہ خراب اور بھوک کے نہ لگنے کی ہر دم شکایت رہتی ہو۔ تو اس اکسیر حیات امرت بوٹی کو حاصل کریں۔ قیمت ۲۱ روزہ معہ امرت رس کے ۸؍

محافظ دندان پائیریا ایک خوفناک مرض ہے طبیب ڈاکٹروں کو ہی معلوم ہے۔ کہ جب یہ مرض بگڑ جاتا ہے۔ تو کس قدر مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس مرض کے جراثیم کو ہلاک کرنے اور صفائی کرنے۔ مسوڑوں کو مضبوط کرنے کے لئے چار ادویات حاصل کریں۔ پائیریس پوڈر ۱-۸-۲ پائیریس کریم پائیریس لوشن۔ جملہ قیمت ہر چہار ادویات کا بکس ۱۲؍

ملنے کا پتہ

فقیر احمد خان احمدی حکیم حاذق جالندھر چھاؤنی (پنجاب)

اعلان

میرے پاس بعض تبلیغی کتابوں کا ایسا ذخیرہ ہے جو میں ہندوستان بھر کی لائبریریوں میں رکھوانا چاہتا ہوں۔ اسواسطے احباب سے درخواست ہے کہ وہ اپنے اپنے شہر کی لائبریریوں کے نام اور پتہ سے مجھے اطلاع دیں۔ والسلام

(مفتی محمد صادق قادیان دارالامان)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہر ایک خریدار کو ضروری اطلاع

جن خریداران فاروق کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ ان کی اطلاع کیلئے یہ اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ وہ آئندہ کے لئے فاروق کا چندہ بذریعہ منی آرڈر یا بوساطت ناظر صاحب بیت المال اپنے ماہواری چندہ کے ساتھ ارسال فرما دیں۔ اور اگر ان کو آئندہ فاروق کی خریداری منظور نہیں ہے۔ تو جو اُن کے ذمہ چندہ اسوقت تک واجب ہے وہ ایک ایک پیسہ والے ٹکٹ خرید کر بذریعہ ڈاک ارسال کر دیں اور دفتر کو اطلاع دیں۔ کہ ان کے نام کا اخبار آئندہ بند کر دیا جائے۔ اور جو دوست اس وقت چندہ نہ ادا کر سکیں۔ وہ بھی اطلاع دیں۔ کہ کب تک ادا کر دینگے۔ ورنہ جن کا جواب نہیں آئے گا۔ ان کے نام دفتر سے وی پی جاری ہو جائیں گے۔ جن کا وصول کرنا ان کا قومی اور اخلاقی فرض ہوگا۔ ذیل میں ایسے سب دوستوں کے نام معہ تاریخ ختم چندہ شائع کئے جاتے ہیں۔ ہر ایک دوست پڑھ لے۔

نمبر خریدار	نام	تاریخ ختم چندہ
۱۶/	میاں حفیظ اللہ صاحب طالب علم	۳۰ر جون ۳۶ء
۸۳/	چوہدری عبدالجلیل صاحب پوسٹل کلرک	۳۱ر جولائی ۳۶ء
۹۱/	مولوی نور محمد صاحب	۳۱ر جولائی ۳۶ء
۹۷/	شیخ عمر دین صاحب قریشی آبادکار	۳۰ر ستمبر ۳۶ء
۱۱۸/	مولوی کرداد صاحب	۱۴ر اگست ۳۶ء
۱۲۳/	میاں عطاء اللہ صاحب پلیڈر	۳۱ر اگست ۳۶ء
۱۲۴/	میاں عبدالرشید صاحب دکاندار	۲۱ر ستمبر ۳۶ء
۱۲۵/	غلام محمد صاحب معرفت برج انسپکٹر صاحب سندھ	۳۰ر ستمبر ۳۶ء
۱۷۹/	چوہدری سردار خان صاحب پٹواری	۳۰ر ستمبر ۳۶ء
۲۱۹/	منشی غلام قادر صاحب دفعدار	۳۱ر مارچ ۳۶ء
۲۶۶/	بابو فتح محمد صاحب پوسٹل کلرک	۳۱ر جولائی ۳۶ء
۶۶۳/	منشی حبیب احمد عزیز احمد صاحب دوکاندار	۳۰ر جون ۳۶ء
۳۳۰/	بابو محمد حنیف صاحب	۳۰ر ستمبر ۳۶ء
۳۲۹/	منشی بوٹے خان صاحب پٹواری	۳۰ر ستمبر ۳۶ء
۳۳۰/	نذیر احمد صاحب گھبیانوالہ	۳۰ر ستمبر ۳۶ء
۴۰۰/	منشی برکت علی صاحب لائق	۲۸ر فروری ۳۶ء
۴۴۴/	عبدالکریم صاحب انڈین موٹر کار کمپنی	۳۱ر اگست ۳۶ء
۴۵۰/	ملک کرم الٰہی صاحب ڈپٹی کلکٹر الہ آباد	۳۱ر مارچ ۳۶ء

نمبر خریدار	نام	تاریخ ختم چندہ
۴۶۸/	مولوی چراغ الدین صاحب مدرس	۲۸ر اگست ۳۶ء
۵۵۶/	مولوی محمد یعقوب صاحب رائچور دکن	۲۱ر فروری ۳۶ء
۵۹۱/	حافظ محمد عبداللہ صاحب ٹیچر	۳۰ر جون ۳۶ء
۶۴۹/	میاں نذیر احمد صاحب چونہ کلی فروش	۳۱ر مارچ ۳۶ء
۷۵۶/	سید بہاول شاہ صاحب	۳۰ر ستمبر ۳۶ء
۷۵۷/	ماسٹر بیرم خان صاحب	۳۰ر ستمبر ۳۶ء
۸۲۶/	چوہدری امداد خان صاحب نمبردار	۲۸ر اگست ۳۶ء
۸۲۷/	مستری مہر دین صاحب نلور ملز	۲۸ر اگست ۳۶ء
۸۲۸/	سید محمود احمد صاحب بی۔ اے	۲۸ر اگست ۳۶ء

فہرست بقایا داران فاروق

۴۶/	مولوی عبدالمجید صاحب دہلی	۳۵ و ۳۶ء	دو سال
۷۴/	میاں نادر علی صاحب رتوچھ	از ۳۰ر ستمبر ۳۵ء	یک سال
۸۲/	ملک مبارک احمد صاحب کھوکھر	۳۶ء	یک سال
۸۴/	چوہدری رحمت اللہ صاحب امیر جماعت	۳۶ء	یک سال
۱۰۷/	شیخ نیاز محمد صاحب ہیڈ ڈسپنسر	۳۶ء	یک سال
۱۳۹/	بابو محمد امین صاحب ریلوے کلرک	۳۵ و ۳۶ء	دو سال
۷۳/	میر بشارت احمد صاحب وکیل دکن	۳۱ تا ۳۶ء	۶ سال
۱۶۷/	چوہدری محمد یعقوب صاحب انسپکٹر بینکس	۳۳ تا ۳۶ء	۴ سال
۳۴۴/	سیٹھ ابوبکر یوسف صاحب آف جدہ	۳۴ تا ۳۶ء	۳ سال
۳۲۱/	سید پیر احمد شاہ صاحب عطار	۳۵ و ۳۶ء	دو سال
۳۳۹/	بابو شیخ احمد صاحب محکمہ تعلیم	۳۳ تا ۳۶ء	۳ ½ سال
۳۷۸/	منشی حسین خان صاحب مدرس	۳۶ء	یک سال
۲۲۹/	بابو قاسم دین صاحب	۳۵ و ۳۶ء	دو سال
۲۵۷/	بابو محمد سعید صاحب ارشد	بقایا سابقہ ۳۶ء	یک سال
۴۳۸/	محمد حبیب علی خان صاحب ڈسپنسری اسسٹنٹ	۱۳ صہ ۳۶ء	یک سال
۵۱۲/	سید اقبال حسین صاحب بی اے۔ بی ٹی	اگست ۳۵ تا ۳۶ء	یک سال
۷۴۲/	میاں احسان الحق صاحب معرفت شیخ فضل حق صاحب	۳۶ء	یک سال
۵۱۶/	میاں فیض بخش صاحب منیجر بقایا سابقہ بابت	۳۵ و ۳۶ء	دو سال
۷۱۳/	شیخ محمد یوسف صاحب سوداگر چرم	۱۳ صہ ۳۶ء	

Digitized by Khilafat Library Rabwah

۷۶۲	شیخ خدا بخش صاحب نیچہ بند	۳۶ء	یک سال
۷۱۶	چودہری سلطان بخش صاحب امیر جماعت	۳۶ء	یک سال
۴۲۲	میاں محمد یوسف صاحب ملازم سنگر مشین	۳۶ء	یک سال
۲۳۲	سید مہدی حسن صاحب فرنیچر مرچنٹ	۳۶ء	یک سال

وی پی واپس کرنیوالوں کی فہرست

فاروق کے جن ہمدردوں نے باوجود پانچ دفعہ فاروق میں اطلاع شائع کرنے کے بار بار وی پی واپس کئے۔ مگر کبھی ایک کارڈ خرچ کرکے اطلاع نہ دی۔ کہ وہ کب چندہ فاروق ارسال کرینگے۔ تاکہ بار بار وی پی کا خرچ نہ کرنا پڑتا۔ اب ان کے اسماء گرامی معہ رقم واجب حسب ذیل ہیں۔ وہ ازراہ کرم فاروق کا یہ حق ادا کردیں۔ آیندہ چاہیں تو فاروق سے کنارہ کشی کرلیں۔ یا جاری رکھیں۔

نام خریدار	کتنی دفعہ وی پی واپس کیا	رقم واجب الوصول
سید شجاعت حسین صاحب اورسیر	۳ دفعہ	۱۰ر
سید محمد حسین شاہ صاحب گرداور	۴ ؍؍	۱۳ر ۱۰لغ
حاجی عبدالقدیر صاحب سوداگر	۳ ؍؍	۱۰ر ۱۰لغ
سید پیر احمد شاہ صاحب عطار	۳ ؍؍ بقایا ۳۵ء	۱۰ر ۱۰لغ
شیخ فضل الرحمٰن صاحب اختر	۳ ؍؍	۱۰ر ۱۰لغ
میاں غلام محمد صاحب کفش دوز	۲ ؍؍	۶ر ۱۰لغ
مسٹر محمد اسمٰعیل صاحب ٹیلر ماسٹر	۲ ؍؍	۶ر ۱۰لغ
مولوی عبدالمجید صاحب دہلی	۳ ؍؍ بقایا ۳۵ء	۱۰ر ۱۰لغ
سید بشارت احمد صاحب دکن	۵ ؍؍ بقایا ۶ سال	۱۰ر عہ
شیخ اللہ بخش صاحب ایکسائز انسپکٹر	۲ ؍؍	۶ر ۱۰لغ

احباب بیرون ہند سے گذارش

آپ نے فاروق کی کسی قسم کی امداد نہیں فرمائی حتےٰ کہ آپ کے ذمہ فاروق کا حق واجب تھا وہ بھی وقت پر عطا نہیں فرمایا۔ اس لئے یاد دہانی کی جاتی ہے۔

۲۴۲ ایم اے رشید صاحب ۸ر لے
۳۹۴ محمد بشیر خانصاحب ۸ر لے
۵۰۶ ڈاکٹر لال دین صاحب ۵ر عہ
۶۰۲ ایس ایم۔ یوشاہ صاحب ۵ر عہ
۲۴۴ مستری عبدالکریم صاحب ۸ر لے
۳۵۱ ڈاکٹر فضل دین صاحب ۵ر عہ
۳۱۲ مسٹر ایچ یو خان صاحب ۸ر لے
۳۳۴ ڈاکٹر ایم اے غفور صاحب ۸ر لے
۷۱۱ بابو محمد جمیل صاحب ۸ر لے

(الفضل سے نقل کیا گیا) قادیان میں باہتمام چودھری عطاء اللہ خان مولوی فاضل پریس کے چھپوا کر شیخ قاسم علی ایڈیٹر دیہاتی نے فاروق منزل قادیان سے شائع کیا۔

احرار کا ناشتہ لائل پور

پچھلے دنوں جب قائدین احرار یعنی مولانا مظہر علی اظہر صاحبزادہ فیض الحسن۔ شیخ حسام الدین۔ سید بخار اللہ شاہ عطائی۔ عبدالرحیم عاجز اور غلام نبی جانباز گوجرہ کانفرنس کی شرکت کے لئے لائل پور کے سٹیشن پر پہنچے۔ تو ایک مزے کا لطیفہ پیدا ہوگیا۔ جس کا ذکر قارئین "افکار" کیلئے دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

گوجرہ کے احرار نے لائلپوری احرار کو اطلاع دی کہ ۱۲ر ستمبر کو نور کے ترڑکے قائدین احرار کا مقدس قافلہ لائلپور سٹیشن پر پہنچ رہا ہے۔ انکی مہمانداری اور مدارات کا انتظام آپ فرمائیں جو کچھ خرچ ہوگا وہ گوجرہ والے ادا کردینگے۔ لائلپوری احرار نے ازراہ مہمان نوازی اس کو قبول نہ کیا اور کہلا بھیجا کہ آپ فکر نہ کیجئے یہاں کے ایک معزز وکیل صاحب بطور خود اس مدارات کا انتظام کردینگے۔ چنانچہ قائدین احرار کو مطلع کر دیا گیا۔ کہ آپ کے ناشتے کا انتظام لائل پور سٹیشن پر کیا جائے گا۔

جب ۱۲ر ستمبر کی صبح کو بزرگان احرار لائل پور اسٹیشن پر پہنچے۔ تو حضرت "حکیم الامۃ" صدر احرار مولانا نورالدین ان کے استقبال کے لئے موجود تھے انہوں نے بھی خوشخبری سنائی کہ ناشتہ آرہا ہے۔

قائدین احرار نے ناشتے کے انتظار میں خیالی پلاؤ پکانا شروع کیا۔ زعفرانی چائے۔ پیسٹری۔ مکھن۔ توس۔ انڈے۔ کیک۔ بسکٹ۔ انگور۔ سیب۔ ناشپاتی سردے۔ سب کے سب ایک ایک کرکے تصور کی دنیا میں جلوہ ریز ہونے لگے۔

جب انتظار کی مدت ذرا طول پکڑ گئی۔ اور ناشتہ صاحب تشریف نہ لائے تو زعماء احرار نے گاڑی کی کھڑکیوں سے باہر جھانکنا شروع کیا۔ پھر انگڑائیاں لے لے کر اٹھے اور پلیٹ فارم پر ٹہلنے لگے۔ حضرت صدر احرار قافلہ سالار مولانا حبیب الرحمٰن تو یار لوگوں کی آنکھ بچا کر ریفریشمنٹ روم میں چلے گئے اور ناشتہ کرکے ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے واپس آگئے۔ لیکن باقی رفقاء بدستور ایڑیاں اٹھا اٹھا کر جانب شہر تکتے رہے۔

جب کافی مدت گذر چکی اور گاڑی کے گوجرہ کو روانہ ہونے کا وقت آگیا۔ تو یاس و نومیدی کے عالم میں قائدین کو غش پر غش آنے لگے اور خفت مٹانے کیلئے اس طرح گفتگو ہونے لگی۔

مولانا عطائی۔ (فیض الحسن سے) چائے ذرا ٹھنڈی کرکے پینا۔

شیخ حسام الدین۔ مجھے تو ایک ہی پیالی کافی ہوگی۔

مولانا مظہر علی۔ چلو سادہ چائے ہی کافی ہے۔

فیض الحسن۔ سچ ہے ایثار سے کام لینا بہتر ہے ہمسفروں کا خیال یہی رکھنا چاہیئے۔

عاجز و جانباز۔ دور سے بھاگتے ہوئے آئے۔ اور کہنے لگے "یہ ہمارا حصہ محفوظ رکھیئے گا"!

اتنے میں گاڑی نے سیٹی دیدی اور قائدین احرار نے ناشتہ گوجرہ ہی میں پہنچکر کیا۔